تاریخی حوالوں میں لاہور☆ اور خاندان لوہارو کی حقیقت

جمیل یوسفزئی*

Abstract

Lahor is regarded as one of the oldest town in the present day Swabi district of Khyber Pakhtunkhwa. The old name of the town is Slatora. It is situated at a strategic location on the bank of river Indus. It remained a centre of cultural activities and educational institutions. Panini, the famous grammarian of Sanskrit language was born here. Lahor was a seat of learning during the Buddhist period. Many archeological sites in the town have been excavated which speak of the historical importance of the town. However, an extensive survey is still needed to further carry out a planned excavation of the specific mounds here of the town.

The importance of Lahor has been recorded by a number of historians in their writings. However, with the emergence of the Lahor (in the present day Punjab) its location and geography has always been confused by the scholars. The present article aims at to find out the real location of the town and to specify the exact location and historical importance of the town. It would be discussed in the article that due to the strategic location of Lahor it remained the capital of Hindu Shahi rulers. During Ghaznavid period, Malik Ayaz, a minister of Mahmud Ghaznavi reconstructed it.

---

* پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، شیوا، صوابی۔

☆ چھوٹا لاہور خیبر پختونخوا کے ضلع صوابی میں واقع ہے۔

سلاتورا

مشہور چینی زایر ہیون سانگ گندہارا کا سفر ۶۳۰ء سے ۶۴۴ء تک کے عرصے میں کیا، اس کے کہنے کے مطابق، کشمیر، سوات اور صوابی میں بدھ مت کا زوال شروع ہو چکا تھا، شیو مت کا دور دورہ تھا۔ اُس نے دریائے سندھ کے کنارے آباد شہر (لاہور) کا نام سلاتورا لکھا ہے۔ اس شہر میں سنسکرت کے مشہور قواعد دان مسمیٰ پانینی (پاڑینی) کی پیدائش ہوئی تھی، پاڑینی ۴۰۰ ق م میں سنسکرت کے بہت بڑے عالم اور ٹیکسلا یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔۱

اس بیان سے یہ باتیں مترشح ہوتی ہیں

۱۔ ساتویں صدی عیسوی میں بدھ مت کا زوال

۲۔ گندہارا کا شہر سلاتورا

۳۔ پانینی کا مواد، سلاتورا

سلاتورا۔ یہ شہر قبل از مسیح سے دریائے سندھ کے کنارے قائم تھا۔ سلاتورا، دو لفظوں کا مرکب ہے۔ سلا، پانی، تورا، سلاتورا، سنسکرت زبان کا مرکب ہے جس کا مطلب تیز پانی ہے۔۲

دریائے کے تیز بہاؤ کا ذکر سبھی مورخوں نے کیا ہے، صوفی شاعر رحمان بابا کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

لکہ ہند د اباسین پہ غودزنگ دروی
ھسی یون دے پہ تلوار د عمر۳

''دریائے سندھ کا دریا جسطرح اچھلتا کودتا جاتا ہے، اسی طرح زندگی بھی تیزی کے ساتھ گزر رہی ہے''

پہلوی زبان کا ہندو، سنسکرت میں سندھو ہو گیا، پشتو زبان میں دریائے سندھ کو اباسین (دریاؤں کا باپ) کہا جاتا ہے۔

الاہوار

ہیون سانگ کی شہادت و تزکیہ کے تقریباً ۲۰ سال بعد میں ہمیں پہلی مرتبہ باقاعدہ طور پر لاہور کا ذکر مشہور مؤرخ البلاذری کی فتوح البلدان میں ملتا ہے۔ سر اولف کیرو نے اپنی کتاب The Pathans میں وہ حوالہ اس طرح نقل کیا ہوا ہے۔

'' کہ ابن سُمّرہ (امیر معاویہ کا گورنر) نے ۶۶۳ء میں کابل کو فتح کیا، لیکن تین سال بعد کابل کے حکمران رتبیل (رتھ پالا) نے بغاوت کی۔ اسی سال ابن سُمّرہ کے سپہ سالار، مہلب بن ابی صفرہ نے ''بنا اور الاہواز پر، ملتان اور کابل کے درمیان حملہ کیا۔ جہاں اٹھارہ ترک شہ سواروں سے ان کا مقابلہ ہوا''۔[۴]

الاہواز(Alahwaz) عربی نقل نویسوں کی غلطی ہے، ملتان اور کابل کے درمیان بنا سے مراد، موجودہ بنوں شہر ہے۔ جسے اب بھی پشتون، بنہ، کہتے ہیں۔ الاہواز، دراصل لاہور (صوابی) کا سلاتورا ہے۔ اسی حوالے سے بیس سال پہلے ہیون سانگ نے جس سلاتورا شہر کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہی مقام لاہور ہے۔ اس بیان سے پتہ چلتا ہے، کہ سنسکرت کے زمانے کا سلاتورا، ساتویں صدی کے شروع میں لاہور یا الاہوار کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔

البیرونی نے اپنی مشہور کتاب، کتاب الہند، کے باب ہشت دہم میں لہور، کے قلعے کی تعریف کی ہے۔ اور اسے مضبوط ترین قلعہ کہا ہے، البیرونی جو کہ محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ آئے تھے، اور نندنہ میں برسوں مقیم رہے، اُس نے لہور، کو دیکھا تھا اور لہور کا طول بلد اور عرض بلد بھی بتا دیا ہے، نیز وہ لکھتے ہیں کہ لہور اور راجگیری (ٹیکسلا) سے کشمیر کے کنارے کے پہاڑ (کلارجک) برف سے ڈھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کلارجک کو پشتون مورخین کوہ مہابن مانتے ہیں، جو ضلع صوابی اور ضلع بونیر کی سرحد پر واقع ہے۔ البیرونی لہور کو نندنہ، پرشاور (پشاور) اور آدینہ پور (جلال آباد) کے درمیان بیان کرتے ہیں۔

اسی مقام کے کئی نام مثلاً الاہوار، لہور، لوہور اور لاہور ہیں۔

وجہ تسمیہ

لہور، در اصل لوہ اور ور کا مجموعہ ہے، لوہ کے عام معنی لوہا کے ہیں، ور فارسی اور پشتو الفاظ کے آخر میں بطور لاحقہ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی والا یا ملکیت کے ہیں۔ مثلاً دیدہ ور، اور تاجور وغیرہ اور بھی بہت سے مقامات کے شروع میں لوہ آیا ہوا ہے۔ مثلاً لوہ گڑھ (لوگر) افغانستان کا مشہور صوبہ اور شہر ہے لوہ کوٹ، کشمیر میں ایک مقام کا نام ہے۔

لوہا زمانہ قدیم سے انسان کے لیے ایک کارآمد دھات رہا ہے۔ حضرت داوٗدؑ اور لوہے کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہوا ہے، ایران کا مشہور باغی کاوہ ایک لوہار تھا۔ جس نے اپنی دھونکنی سے جھنڈا بنایا تھا۔ جو بعد میں ایران کا شعار بن گیا، یہ جھنڈا درفش کاویانی، کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔

لاہور (صوابی) در اصل دریائے سندھ کے کنارے بڑا صنعتی مرکز تھا۔ جہاں لوہا صاف کرنے کے کارخانے تھے، سید میر خیال بخاری نے اپنی کتاب، *لاہور: تاریخ کے آئینے میں*، میں لاہور کو عراق اور سمیری زبانوں سے ملایا ہے۔ چونکہ موصوف، پشتونوں کے اسرائیلی النسل ہونے کے دعویدار تھے، اور یہی خیال عبدالحلیم اثر کا بھی تھا، اسلئے ان دونوں حضرات نے لاہور کو ، بڑا معید خیال کیا ہے۔ حالانکہ سریانی، سمیری، عکادی وغیرہ کا زمانۂ مذکور میں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔

لاہور کا قصبہ دریائے سندھ کے شمال میں پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ اسی قصبے سے بجانب شرق ۴ میل کے فاصلے پر دریائے سندھ کا مشہور گھاٹ، ہنڈ دریا کے کنارے اب بھی ایک معروف قصبہ ہے۔ یہی وہ مقام جہاں سے سکندر اعظم نے ۳۳۰ ق م میں دریائے سندھ کو عبور کیا تھا۔

لوہ، سنسکرت میں لوہے کو کہتے ہیں۔ ہارا کام کرنے والا، لوہ ہارا، لوہے کا کاروبار کرنے والا یا لوہے کا مرکز، اسی مقام کے مختلف نام تاریخ میں مذکور ہیں۔ مگر سب میں لوہ

یا لہہ کا عنصر پایا جاتا ہے۔ روہ، سرائیکی میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اسی سے روہیلا بنا ہے۔ ہو سکتا ہے روہ لوہ بن گیا ہو۔ بہر حال لوہ (لوہا) قابل فہم، اور قریب الفہم معلوم ہوتا ہے۔ لوہار، پشتو زبان میں اب بھی ''نو وار'' (آہنگر) مستعمل ہے۔

ہنڈ

عرب جغرافیہ نویسوں نے اسے، دیہند، ویہند اور ہند کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ پروفیسر احمد حسن دانی کے بقول اسی مقام کا پرانا نام اودھے بند پور تھا۔ تاریخ کشمیر میں بھی یہی نام مرقوم ہے۔ سنسکرت میں اودھے کے معنی پانڈے (برتن) کے ہیں۔ چونکہ یہاں گھڑوں کو رسیوں کے ذریعے باندھ کر پل بنایا گیا تھا۔ اسلیے اودھے بند ہو گیا، پور سنسکرت میں مقام اور جگہ کے معنوں میں آتا ہے۔ اسی دریائے سندھ کے کنارے، بوک پور اور قاضی پور کی بستیاں سینکڑوں سال سے قائم ہیں۔ فارسبان تذکرہ نویسوں نے اسے ہند لکھا ہے، (اکبر اعظم نے گوپال داس کی کتاب تاریخ پشاور کے مطابق اس مقام کو درہ ہند کا نام دیا تھا۔)

ہنڈ میں بدھ مت کے آثار کے علاوہ، ایک پرانے قلعے کی مضبوط دیواریں اب بھی سیاحوں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں۔ چونکہ یہ مقام لاہور کا سیکرٹریٹ اور چھاؤنی تھا، اسلیے اس کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ اٹک کی گزرگاہ بننے سے پہلے یہ مقام پنجاب کادروازہ اور اہم گھاٹ تھا۔

تُرک شاہی حکومت

عربوں کی پیش قدمی کے زمانے میں کابل پر جس خاندان کی حکومت تھی، اسے عربوں نے ترک شاہی لکھا ہے۔ چونکہ پشاور، کشان خاندان کا پایہ تخت تھا۔ جسے مؤرخین ترک النسل لکھتے ہیں۔ کابل گرمائی دارالخلافہ تھا، کابل کے حکمران، دراصل کشانوں کے باقیات تھے، جسے بعض اوقات کابل شاہیہ بھی کہا گیا ہے۔ تُرک افغان، اوزبک وغیرہ کو عرب مورخین نے الرّخج۔رخج کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ یہی رخج بعد میں خلیج اور خلجی بنا ہے۔ اگر اس زمانے میں افغان کا لفظ موجود تھا لیکن افغان سے مراد کونسی قوم تھی؟ یہ تحقیق

طلب مسئلہ ہے۔

یعقوب لیث، صفاری خاندان کا اولوالعزم حکمران تھا، اُس نے ۸۷۰ء میں کابل پر قبضہ کیا اور وہاں کی ترک شاہی حکومت کو ختم کیا۔ ترک شاہی یا کابل شاہی حکمرانوں نے کابل کو چھوڑ کر ننگر ہار اور لوہ گڑھ کو مرکز بنایا، خصوصاً لوہ گڑھ (موجودہ لوگر ولایت) اسی شہر میں ان کی تاجپوشی ہوتی تھی۔۶

ہندو شاہیہ اور لاہور

تُرک شاہیوں کی حکومت کابل میں ختم ہوئی، تو لگاتورمان کے ظلم وستم سے لوگ تنگ آ گئے، اس کے وزیر بِکلر، نے لگاتورمان کو قید میں ڈلوا دیا، خود زمامِ اقتدار سنبھالا، یہی شخص ہندو شاہیہ خاندان کا بانی شمار ہوتا ہے، اگرچہ البیرونی کا بیان واضح نہیں ہے۔ تاہم اتنی بات واضح ہے کہ ہندو شاہیہ نے اپنا پایہ تخت، لاہور (دیہند) کو قرار دیا۔ یہ خاندان ہندوؤں کا آخری شاہی خاندان ثابت ہوا، کیونکہ صفاریوں کی حکومت کے بعد، سامانی برسراقتدار آگئے، سُبکتگین صفاریوں کے زوال کے بعد خودمختار بن گیا، اُس نے ہندو شاہیہ سے لڑائیاں لڑیں، اس کے بعد، محمود برسراقتدار آیا، اُس نے غزنی کو دارالخلافہ بنایا، اور ہندو شاہیہ کے استعمال میں مشغول ہو گیا۔ ہندو شاہیہ کے مشہور حکمران، اولف کیرو کے مطابق یہ تھے۔

۱: سپالاپتی دیوا ۲:سمنتا دیوا ۳: بھیما دیوا ۴: وکادیوا ۵:خمارایاکا ۷

ہندوشاہیہ کے زمانے میں محمود غزنوی(۱۰۰۰ ء تا ۱۰۲۳ء) نے پشاور اور صوابی میں جے پال اور انند پال کا مقابلہ کیا، جے پال نے شکست کھا کر خودکشی کی، انند پال بڑی بہادری سے مقابلہ کرتا رہا، بالآخر شکست کھا کر کشمیر چلا گیا۔

نندنہ یا کٹاس

ہندو شاہیہ کے حکمران، تخت نشین ہو کر دوسرا لقب اختیار کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسکوکات اور تاریخی ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لاہور (ویہند) میں شکست کھا کر،

ہندو شاہیہ نے کوہ نمک کو اپنا مستقر بنایا، نندنہ، کوہ نمک میں، پہاڑوں سے گھرا ہوا محفوظ مقام تھا۔ ۱۰۱۵ء میں محمود کی فوجوں نے نندنہ پر جمع کیا، اور ہندو شاہیہ کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اسی زمانے میں، ابو ریحان البیرونی پنجاب میں اپنی تحقیقات کو کتابی شکل دے رہے تھے۔ نندنہ سے نکل انندپال کشمیر چلا گیا، اور بقیۃالسیف برہمن پنجاب کے اندرونی شہروں کو چلے گئے، محمود نے کشمیر کی طرف پیش قدمی کی، لوہ کوٹ کا محاصرہ کیا، مگر برف باری سے مجبور ہو کر پسپا ہوا۔

کشمیر

کشمیر پر بھی اُس زمانے میں برہمنوں کا راج تھا، جو شیومت کے پجاری تھے۔ اسی حکومت کے مشہور راجہ سنکاراورمن نے پنجاب اور ہزارہ پر حملہ کیا، دریائے سندھ کے ہندوشاہیہ نے مجبور ہو کر صلح کی۔ ہندو شاہیہ کے حکمران بھیمادیوا نے اپنی بیٹی دیدا رانی کی شادی کشمیر کے حکمران کے بیٹے کشیما گپتا سے کرادی۔۸ اور تاریخ کشمیر نے دیدارانی کو بھیما دیوا کی نواسی بتا دیا ہے۔

خاندان لوہارو (اول)

دیدا رانی بہت زیرک اور بیدار مغز ثابت ہوئی، کشیما گپتا کے اقتدار کے زمانے میں بھی وہ سیاہ و سفید کی مالک تھی، اس کے مرنے کے بعد دیدا رانی نے باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی، کیونکہ اس کا بیٹا کم سن تھا، ۱۰۰۳ء تک برسراقتدار رہنے کے بعد، اُس نے زمام حکومت اپنے بھتیجے سمگرام راجہ کے ہاتھ میں دے دی۔ سمگرام راجہ ہندو شاہیہ کے باقیات میں تھا، کشمیر میں خاندان لوہارو کا اصل بانی یہ راجہ تھا۔ یہ خاندان ۱۱۰۰ء تک برسراقتدار رہا تاآنکہ لوہارو خاندان کا دوسرا دور شروع ہوا۔۹

خاندان لوہارو (دوم)

یہ خاندان ۱۱۰۱ء سے ۱۱۱۱ء تک برسراقتدار رہا، پھر طوائف الملوکی کا دور شروع ہوا، کشمیری جاگیرداروں (دمارا) سے سر اٹھایا۔ تاہم خاندان لوہارو نے ریاستِ کشمیر پر گھرے

اشرات مرتب کیے، لوہارین کا علاقہ اور لوہ کوٹ کا قلعہ اسی خاندان کے باقیات ہیں۔

پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ لاہور (صوابی) سے لوہارو کا نام کشمیر گیا، اور اُسی زمانے میں نندنہ کا شاہی خاندان تتّر بتّر ہو کر پنجاب کے اندرونی اضلاع میں پھیل گیا۔ کشمیر میں شاردا، تحریک نے بدھ مت کو کمزور کر کے شو مت کو فروغ دیا، یہی شیومت صوابی، مردان اور کابل تک پھیل گیا، چنانچہ مردان کے کہ سکرہ میں، کشمیر سمچ، میں شیو کے لنگ دریافت ہوئے ہیں، ہیون سانگ کوہ کڑامار کے دامن میں شیو کے ایک بڑے معبد کا ذکر کرتا ہے، جو موجودہ قصبہ شیوا میں ندی کے کنارے واقع تھا۔۱۰

پنجاب کا لاہور

ڈاکٹر احمد حسن دانی نے لاہور پر بڑی بحث کی ہے اور لاہور کو ''اراوتی'' (راوی) سے مشتق بنا دیا ہے۔ انہوں نے البیرونی کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ لُہاور ایک علاقے کا نام تھا۔ جس کا دارالخلافہ مندھوکر تھا۔ مسعود سعد سلیمان نے اپنے اشعار میں لہاور اور لہور دونوں الفاظ استعمال کیے ہیں۔ تحقیقات چشتی کا مولف لاہور کو رام چندرجی کے بیٹے 'لُو' سے مشتق بتاتے ہیں۔ حالانکہ رام کا ملک ایودھیا تھا۔۱۱

پنجاب کے لاہور کا عروج مغلوں کے دور میں ہوا، البتہ اس کا ذکر محمود غزنوی کے دور میں ملتا ہے۔ کیونکہ ملک ایاز اسی لاہور کا گورنر تھا۔ سر اولف کیرو پنجاب کے لاہور کو لاہور (صوابی) کی شاخ سمجھتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ لاہور(صوابی) کا شاہی خاندان یہ نام پنجاب لے گیا ہو گا، رہی یہ بات کہ محمود کے وقت میں اتنی جلد کیونکر اس نام کو فروغ ملا؟ ہو سکتا ہے، یہ نام کچھ عرصہ پہلے منتقل ہوا ہو۔ اور چونکہ وہاں صوابی لاہور کے با اثر خاندان منتقل ہوئے تھے۔ اس لیے محمود نے بھی اسے لاہورکا نام دیا ہو۔ انگریزوں نے پنجاب اور صوابی کے لاہور میں فرق کرنے کے لیے، لاہور (صوابی) کو چھوٹا لاہور کہنا شروع کیا اور خط و کتابت میں اس کی سپیلنگ LAHOR کو رواج دیا جبکہ پنجاب کے لاہور کو بڑا لاہور LAHORE کے نام سے ممیّز کیا۔

لوہاروں کے نام سے ہندوستان میں کئی جگہیں ہیں جن میں ریاست لوہارو مشہور

ہوتی، اسی ریاست کے نوابین کے ذکر مرزا غالب کے خطوط میں ملتا ہے۔ ان کی بیوی امراؤ بیگم نواب الٰہی بخش رئیس لوہارو کی بیٹی تھی۔

ہندو شاہیہ لاہور کا دبدبہ

البیرونی نے انندپال کی بہادری اور خودداری کے قصے لکھے ہیں۔ سر اولف کیرو نے لکھا ہے کہ ہندو شاہیہ کے حکمران اتنے مقبول اور صاحب ثروت تھے کہ ان کے سکوں کی نقل، خلیفہ بغداد مقتدر باللہ نے اپنی قلمرو میں چلائی، بغداد کے اُس زمانے کے سکے رنگ روپ میں ہندو شاہیہ کا چربہ تھے۔ علاوہ ازیں اس خاندان نے دریائے سندھ کے کنارے ہنڈ سے ۵ میل مشرق کی طرف ایک مضبوط قلعہ بنایا تھا۔ اس قلعے کے آثار تربیلا ڈیم سے ایک کلومیٹر جنوب میں جھیل کے کنارے اب موجود ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہندو شاہیہ کے بعد لاہور (صوابی) تاریخ کے اندھیروں میں چھپ گیا اور اس کی حیثیت گھٹ کر رہ گئی۔

شاہ میری خاندان

کشمیر میں ہندوؤں کے بعد شاہ میر برسراقتدار آیا۔ شاہ میر ۱۳۴۲ء میں فوت ہوا، اسی شاہ میر کا پوتا سلطان شہاب الدین ۱۳۵۴ء میں برسراقتدار ہوا، کشمیر کا انتظام کرنے کے بعد وہ پچاس ہزار فوج کے ساتھ سندھ کی طرف بڑھا۔ سندھ کے جام کو شکست دینے کے بعد وہ دریائے سندھ کے کنارے اوہنّد (ویہند) آیا۔ یہ وہی لاہور والا ویہند ہے جسے آج کل ہنڈ کہا جاتا ہے ہنڈ کےمقام پر مشہور صوفی سید علی ہمدانی اور سلطان کی ملاقات ہوئی۔ اسی سید علی ہمدانی کے فرزند تاج الدین، کشمیر کے سلطان کے وزیر جنگ تھے۔ سید علی ہمدانی کی کوششوں سے سلطانہ اور والیِ لاہور کے درمیان راضی نامہ ہوا، سلطان شہاب الدین نے پشاور پر قبضہ کیا، گرد و نواح کے افغانوں کو مطیع بنایا، دیر، سوات سے ہوتا ہوا کاشغر گیا اور وہاں سے کشمیر مراجعت کی۔ سید علی ہمدانی مردان اور باجوڑ سے ہو کر افغانستان میں داخل ہوا۔ وہاں بیمار ہو کر واصل بحق ہوا۔

سلطان قطب الدین ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۹ء

اسی بادشاہ کے عہد میں لوہارو خاندان نے بغاوت کی، یاد رہے کہ لوہ کوٹ (لوہارین) سے محمود غزنوی بھی نامراد لوٹا تھا۔ سلطان قطبالدین کے سپہ سالار لولاکا کو شکست ہوئی۔ قطب الدین کے بعد اس کا بیٹا سلطان سکندر برسر تخت بیٹھا۔

سلطان سکندر

اسی بادشاہ نے اپنے دادا شہاب الدین کے علاقوں کو دوبارہ فتح کرنا چاہا۔ ۱۹۳۵ء میں چنانچہ ایک فوج گراں لیکن دریائے سندھ کے کنارے لاہور پہنچ گیا، لاہور (ہنڈ) کے حکمران فیروز نے شکست تسلیم کی۔ اور اپنی بیٹی میرا کو سلطان کے عقد میں دیا۔ اپنی میرا کے بطن سے شاہی خان پیدا ہوا، جو تاریخ میں سلطان بڈشاہ کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔ شاہی خان جو سلطان زین العابدین بڈ شاہ کے نام سے اپنے کارناموں کے لئے مشہور ہے۔ عمارات، شعر و ادب اور باغات بنوانے میں وہ مغلوں کا پیش رو تھا، بڈ شاہ تیمور لنگ کے حملے کے وقت کم عمر تھا وہ ۱۴۲۰ء سے ۱۴۷۰ء تک حکمران رہا۔[۱۲]

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سلطان زین العابدین کے بعد لاہور (صوابی) کا ذکر کسی تاریخ میں نہیں ملتا جو لاہور، قبل از مسیح میں سلاتورا کے نام سے مشہور تھا۔ وہ ۱۳۹۵ء میں سلطان سکندر کے ہاتھوں پائمال ہوا۔ فیروز والی ہنڈ کے بعد ہمیں کسی اور حکمران کا پتہ نہیں۔ البتہ اس کی بیٹی میرا کی اولاد سینکڑوں سال تک کشمیر میں حکمران رہی۔ جس میں سب سے جلیل القدر زین العابدین بڈ شاہ تھے۔ ۱۳۹۵ء میں لاہور (ویہند) کا حکمران فیروز تھا، اس کی نسل کے متعلق معلوم نہیں، کہ افغان تھا یا عرب؟ اس کی بیٹی میرا دوسری شہزادی تھی جس نے کشمیر اور ہنڈ (لاہور) کے درمیان سسرالی، دامادی کا رشتہ جوڑا۔ دو صدیوں تک لاہور تاریخ کی نظروں سے اوجھل رہا۔ تا آنکہ ۱۵۸۱ء میں اکبر اعظم اٹک میں ہو گیا۔ ابوالفضل نے لاہور اور ویہند کا دورہ کیا۔ ویہند کا دورہ کیا۔ ویہند کے قلعہ کو اس نے بہت مضبوط

قلعہ کیا ہے۔ پھر تقریباً اڑھائی سو سال گزرنے کے بعد سید احمد شہید ۱۸۲۷ء میں وہند آیا، انہوں ن ے اس قلعہ کو مسمار کروانا چاہا۔ مگر قلعہ کی مضبوطی کے پیش نظر اُسے چھوڑ دیا۔

برصغیر کے محققین کا تسامح

لاہور پر جتنے مؤرخین نے قلم اُٹھایا ہے ان میں بہت کو کسی نہ کسی حوالے سے مغالطہ ہوا ہے، بجز پروفیسر سخاوَ کے، وہ لکھتے ہیں کہ:

قلعہ لاوہور یا لاہور کو لاہاور یا لہور کے ساتھ گڈمڈ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ لوہور یا لہور ایسی جگہ ہے جس کا محل وقوع معلوم نہیں، البیرونی نے *قانون سعودی*، میں لوہور کا عرض بلد اور طول بلد جیسا بیان کیا ہے وہ ہنٹر کے *گزیٹیر آف لاہور* سے زیادہ متفاوت نہیں۔ موازنے کے لیے یہ جدول ملاحظہ فرمائیں

		عرض بلد	طول بلد
البیرونی	لاہور	33-40	98,0620
ایضاً	پشاور	33-44	
ایضاً	کابل	33-47	
ہنٹر	ایضاً	34-30	
ایضاً	پشاور	34-45 [۱]	

سید محمد لطیف نے اپنی کتاب *لاہور* میں جو عرض بلد اور طول بلد دیا ہے، وہ کچھ یوں ہے: عرض بلد31,34'5-N طول بلد74,21,E۔ اس سے قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ البیرونی اور سید محمد لطیف کے خطوط عرض و طول بلد میں واضح فرق ہے؟ ڈاکٹر سخاوَ چونکہ جغرافیہ کے ماہر تھے، اس لیے انہوں نے مذکورہ خطوط کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لہور پنجاب والا، لاہور نہیں بلکہ کوئی نامعلوم مقام ہے۔ چونکہ ان کو غالباً موجودہ صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع صوابی کے تحصیل لاہور کا علم نہیں تھا۔ نہ ہی وہ اس قصبے کی تاریخی اہمیت سے با خبر تھے اسی لیے وہ لکھتے ہیں کہ یہ کوئی نا معلوم جگہ ہے۔ حالانکہ تحقیق سے بہت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ موجودہ ضلع صوابی کا علاقہ ہے جسے عموماً 'چھوٹا لاہور' کہتے ہیں۔

خان بہادر لطیف نے بڑی کوشش کی ہے کہ لاہور (پنجاب) کو ولادتِ مسیحؑ سے ہزاروں

سال قدیم ثابت کیا جائے۔ یہی کوشش سید میؔر بخاری نے، لاہور تاریخ کے آئینے میں کی ہے۔ مگر دونوں گھوم پھر کر، تُرک شاہیوں ہندو شاہیوں کے عہد میں آ جاتے ہیں۔ ترک شاہوں کے دور سے پہلے لاہور، کے لفظ کو ثابت کرنا مشکل ہے۔ خان بہادر صاحب نے بلاذری کا حوالہ دیا ہے۔ جسے ہم نقل کر چکے ہیں، کہ ملتاؔن اور کابؔل کے درمیان عربوں نے بنؔا اور الاہوؔار میں ترک شاہیوں سے مڈھ بھیڑ کی تھی۔ ملتان اور کابل کے درمیان پنجاب کا لاہور کیسے آ سکتا ہے؟ اس لئے اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ یہ موجودہ تحصیل لاہور ہی ہے کہ جہاں یہ ہندو شاہی اور عربوں کے درمیان جنگیں لڑی گئی تھیں۔

کلارجک

ابو ریحان البیرونی کا ایک حوالہ ''کلارجک'' پہاڑ کے متعلق ملتا ہے جسے خان بہادر لطیف نے یوں بیان کیا ہے کہ ہمالیہ کے پہاڑ ٹکاسا (ٹیکسلا) اور لاہور سے نظر آتے ہیں، (ایم، دینود اور ایلیٹ دونوں اس موخرالذکر کا تلفظ، لہور، لوہارو، لہاوور، اور لوہاوور کرتے ہیں)[۳]

یہ حوالہ بالکل صحیح ہے۔ مگر ان کا استخراج اور تشریح غلط ہے۔ البیروؔنی نے جس پہاڑی سلسلہ کا ذکر کیا ہے وہ ہمالیہ نہیں، بلکہ کلارجک ہے۔ یہ غلطی سیدمیر بخاری سے بھی سرزد ہوئی ہے۔ بخاری صاحب نے کلارجک، کو کوہ مہابؔن تصور کیا ہے۔ جو ضلع صوابی کی شمال مغربی سرحد پر واقع ہے۔ لفظ کلارجک دراصل تین الفاظ کا مجموعہ ہے۔ کل (کالا) لاڑ (پہاڑ) جک (چک) علاقہ۔ یعنی کالے پہاڑوں کا علاقہ۔ سولہویں صدی عیسوی میں جب یوسفزئی قبیلہ نے اس علاقے پر قبضہ کیا تو اس سلسلہ کوہ کا نام 'تورغر' رکھا آج بھی اسے لوگ ''تورغر'' یا کالا ڈھاکہ کے نام سے جانتے ہیں۔ تورؔغر سکھوں اور انگریزوں کے لیے درد سر بنا رہا۔ یہاں سید احمد شہید بریلوی بھی ایک پہاڑی کھوہ میں مورچہ زن رہے تھے، پھر ۱۸۴۸ء سے لیکر ۱۹۱۸ء تک ہندوستانی مجاہدین کی پناہ گاہ رہا، انگریزوں نے مہماتِ کوہ سیاہ کے نام سے بہت جنگیں لڑیں۔ زیادہ تر ناکام ہوئیں۔ چونکہ عربی میں لاڑ کو لار۔ اور چک، جک لکھا گیا ہے۔ اس لیے کلارجک جغرافیائی خدوخال کے تعین میں مورخین نے ٹھوکریں کھائیں، حالانکہ یوسفزئیوں نے کلارجک کا ترجمہ، تورؔغر بجا طور پر کیا ہے۔ تورغر ۲۰۱۰ء میں (غالبًا)

باقاعدہ طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ کا ایک ضلع بن گیا ہے۔ کلارجک کی بلندی سطح سمندر سے ۷۰۰۰ فٹ کے لگ بھگ ہے۔ ہندکو اور ہزارہ کے لوگ اسے کالا ڈھاکہ، کہتے ہیں۔

لُہانور

خان بہادر لطیف نے امیر خسرو کے قران السعدین سے ایک شعر نقل کیا ہے

از حد سامانیہ تا لہانور

ہیچ عمارت نیست مگر دار قصور[۴]

جناب تھارنٹن نے لُہانور کو لوہانگر کی تحریف قرار دیا ہے۔ سامانیہ سے کیا مراد ہے؟ امیر خسرو کے زمانے میں سامانیہ کہاں تھا؟ سامانیوں کی حکومت تو غزنویوں کے زمانے میں تھی۔ دار قصور سے مراد قصور شہر ہے؟ لہانور کا ذکر اور کسی مورخ کے ہاں نہیں ملتا۔ امیر خسرو ملتان کے مضافات میں قید ہوئے تھے۔ اب معلوم نہیں، سامانیہ اور لُہانور کہاں تھا؟ التمش کے زمانے میں جلال الدین خوارزم شاہ پنجاب کے کوہ نمک میں پناہ گزیں تھے۔ شاید لہانور کوہ نمک کے آس پاس کہیں ہو۔ ہمیں ایسے ہزاروں مقامات کے نام سے واسطہ پڑتا ہے کہ جس کا صحیح جغرافیہ اور محل وقوع واضح نہیں۔ البتہ تھوڑی سی تحقیق سے اس بات کا یقیناً اندازہ ہوتا ہے کہ کسی شعر یا نثر میں کسی مقام کا ذکر ہوتا ہے۔

لوہ کوٹ

تاہم خان بہادر لطیف یہ تسلیم کرتے ہیں، کہ لاہور (پنجاب) کا پرانا نام، لوہ کوٹ، تھا۔ لوہ کوٹ کے متعلق ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ افغانستان کے علاقے ننگر میں ایک مضبوط قلعے کا یہی نام تھا۔ جسے اب لوگر (لوہ گڑھ) کہتے ہیں کوٹ اور گڑھی یا گڑھ کا مطلب قلعہ ہے۔ یہ نام ترک شاہوں کے عہد میں دریائے سندھ کے کنارے سالاتورا منتقل ہوا۔ لوہ کوٹ کا مطلب ہے قلعہ روئیں لوہے کا قلعہ، البیرونی کا بیان ہم پیچھے درج کر چکے ہیں، ان کے مطابق لاہور(صوابی) کا قلعہ انتہائی مضبوط تھا۔ ابوالفضل نے بھی آئین اکبری میں دیہند کے متعلق یہی لکھا ہے۔ دیہند کے قلعے کی دیواریں اب بھی اپنی پختگی کا اعلان کر رہی ہیں۔

دیہند لاہور سے چار میل کے فاصلے پر مشہور گزر گاہ ہے۔ جسے آج کل ھنڈ کہتے ہیں۔

اس حوالے سے سر جان مارشل لکھتے ہیں:

ٹیکسلا ترک شاہیوں کی مفتوحات میں شامل تھا، ۸۷۰ میں ترک شاہیوں نے یعقوب لیث کے ہاتھوں شکست کھائی، انہوں نے اپنایا تخت اوہند منتقل کیا۔ اور یہیں پر ان کے بعد ہندو شاہیہ نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ حکومت ۱۰۱۳ء تک رہی، تا آنکہ محمود غزنوی کے ہاتھوں ترلوچن پال نے ہزیمت اٹھائی۔۵

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندو شاہی کی خاندان جب کابل سے شکست خوردہ ہو کر نکل آئے تو اوہند کے مقام کو اپنا نیا دارالحکومت بنا لیا۔

سنگ بنیاد

سر جان مارشل نے لکھا ہے، کہ ٹیکسلا، دریائے سندھ سے تین دن کے فاصلے پر تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ چھکڑا اور بیل گاڑی کا رواج نہیں تھا۔ ممکنہ طور پر ہم یہ عہد ۲۰۰۰ ہزار قبل مسیح لے سکتے ہیں۔۶

ان جملوں میں دریائے سندھ سے مراد دیہند (ہنڈ) ہی ہے۔ کیونکہ ازمنۂ قدیم میں ہنڈ (اودھے بندپور) ہی تاریخی گزرگاہ تھا۔ اسی گھاٹ سے ہنخامشی شاہنشاہ پار اترے تھے۔ اور اسی گزر سے اسکندر مقدونی نے دریائے سندھ عبور کیا تھا۔ اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ قدیم آریاؤں نے اسی پتن سے دریائے سندھ کو عبور کیا تھا، کیونکہ ان کے گیتوں میں سواستو (دریائے سوات) کی تعریف بھی ملتی ہے۔ اودھے بندپور اگر دو ہزار قبل مسیح میں مشہور گھاٹ تھا تو یہاں آبادی بھی ہو گی اور یہ تو ہم بتا چکے ہیں کہ اودھے بند (دیہند) لاہور (صوابی) سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور تاریخی اعتبار سے ایک اہم مقام تھا۔

خان بہادر لطیف نے دیشو بھاگا، کے حوالے سے لکھا ہے کہ لاہور کا ہندوانہ نام لاواپور، رام چندر کے بیٹے لوا، کے نام پر رکھا گیا تھا۔ راجپوتانہ کی قدیم تاریخ میں اسے لوہ کوٹ، کہا گیا ہے۔ یہی موقف ہم *تحقیقات چشتی* اور *خلاصۃ التواریخ* کے حوالے سے پچھلے صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

خان بہادر محمد لطیف نے لاہور کی تاریخ، *تحفۃ الواصلین*، مصنفہ شیخ احمد زنجانی

(۱۰۴۳ء) کے حوالے سے لکھی ہے۔ شیخ احمد نے بھی لاہور کو لوہِ چند، کی دین قرار دیا ہے اور اس شہر کا نام لوہارپور نقل کیا ہے آگے شیخ احمد رنجانی کے حوالے سے قطعہ تاریخ بھی درج کیا ہے وہ یہ ہے۔

محمود بنا کرد چو لاہور، لہانور
در ہند یکے کعبہ مقصود بنا کرد
اندیشہ چوں کردم پئے تاریخ بنائش
فی الفور خرد گفت کہ محمود بنا کرد

ترجمہ: جب محمود غزنوی نے لاہور کو لُہانور بنایا۔ ہندوستان میں گویا، کعبہ مقصود، تعمیر کروادیا۔ تاریخ بنا کیلیے، میں سوچ رہا تھا، کہ اچانک خرد بول پڑا، محمود نے بسایا۔

اس قطعہ سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ لاہور کو لوہانور (لہانور) کا نام محمود نے دیا تھا جسے بعد میں امیر خسرو دہلوی نے *قرانُ السعدین* میں دہرایا۔ دوسرا امر یہ متوشح ہوا کہ لاہور کی تاریخ بنیاد ابجدی حساب سے ۴۰۰ ھ بنتی ہے۔

مندرجہ بالا شعر کے آخری '' محمود بنا کرد''۔ محمود بنا کرد سے ۳۷۵ کی عدد برآمد ہوتی ہے کہ ۲۵ اور ملائی جاتے تو ۴۰۰ کا ہندسہ نکلتا ہے۔ لطیف مذکور نے ۳۹۵ھ کا سال نکالا ہے جو ۱۰۰۴ھ کے برابر مانا جا سکتا ہے۔ جبکہ ۴۰۰ھ بمطابق ۱۰۰۸ء مانا جائے گا۔ محمود غزنوی کی تعمیر نو کے بعد یہ شہر محمود پور بھی رہا۔ لیکن یہ نام رواج نہ پا سکا۔[7]

اب اس قطعہ تاریخ کا تجزیہ کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ *تحفۃ الواصلین* کرامات و سلوک کی کتاب ہے۔ جبکہ شیخ احمد رنجانی سے پہلے ہمیں ابو ریحان البیرونی جیسے محقق کی تصریحات درج کر چکے ہیں۔ البیرونی محمود غزنوی کے عہد میں لاہور (صوابی) نندنہ (کوہ نمک) اور کالجر تک گئے تھے۔ کتاب الہند ۱۲۰۰ سال سے مستند اور معتمد دستاویز مانی جاتی رہی ہے۔ محمود غزنوی نے ۴۰۰ ھ بمطابق ۱۰۰۸ء لاہور یا لُہانور کی از سر نو تعمیر کی تھی۔ حالانکہ اس جگہ کی تاریخ کافی پرانی ہے۔ اب ہم اس امر کا جائزہ لیں گے کہ ۱۰۰۸ء یا بقول خان بہادر لطیف ۱۰۰۴ء میں محمود غزنوی نے پنجاب کا لاہور فتح کیا تھا؟ اگر البیرونی کی تصریحات کے مطابق پنجاب کا

لُہاور، شہر نہیں، بلکہ علاقہ تھا۔ جس کا مرکزی مقام مندھو کر تھا۔ یہی نتیجہ احمد حسن دانی نے البیرونی کے بیانات سے نکالا ہے۔

سید محمد لطیف نے اپنی کتاب کے ص۳۵۲ پر لکھا ہے۔

"Lahor became part and parcel of Mohammaden empire of Ghazi in 1002 A.D."

اب ایک مستند مورخ آر سی موجمدار کا حوالہ پڑھیے

In 1008 A.D. Muhammad of Ghazna routed the troops of Anandpala led by Prince Brahmarapala at the buttle of Waihind and pursued the fugitives as far as Bhimnagar.

ایک اور پیراگراف ملاحظہ ہو

The fall of most celebrated Hindu Shrine of the age in 1026 A.D. Synchronised with the extiniction of the Hindu Shahia Kingdom of Punjab.[۸]

آر-سی-موجمدار لاہور (پنجاب) کا ذکر تک نہیں کرتا۔ جس لاہور اور لُہانور کا ذکر سید محمد لطیف نے کیا ہے۔ وہ لاہور (دیہند) کی فتح ۱۰۰۸ء کا ہے۔ جو قطعہ تاریخ تحفتہ الواصلین نے نقل کیا ہے۔ وہ فتح دیہند کا تعمیر لاہور (صوابی) کا ہے۔ اس لئے یہ تاریخی واقعات اور اس کا خدوخال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ پنجاب کا لاہور ہے۔

پنجاب کا الحاق

محمود نے ۴۱۳ھ میں پنجاب پر قبضہ کرنے کی غرض سے پیش قدمی کی۔ جے پال ثانی شکست کھا کر بھاگ گیا، سلطان محمود نے پنجاب کو باقاعدہ اپنی سلطنت میں شامل کر کے ایاز کو یہاں کا پہلا صوبیدار مقرر کیا اور اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا۔ چند ماہ بعد، محمود نے راجا نندا کو سزا دینے کے لیے کالنجر کا رخ کیا۔ راجا نندا نے نہ صرف اطاعت اختیار کی بلکہ محمود کی مدح میں ہندی زبان میں قصیدہ لکھا۔ اس کے بعد محمود نے اسے بخش دیا اور غزنی واپس چلا گیا۔[۹]

سید محمد لطیف نے حدیقۃ الاقالیم، مصنفہ مرتضی حسین سے دو حوالے نقل کیے ہیں:

(۱) وچون یمرور ایام معموری آن روی با نحطاط نہاد، دار الحکومت شہر سیالکوٹ مقرر گشت"

ترجمہ: اور جب گردش ایام سے اس شہر کی آبادی زوال پذیر ہوئی۔ دارالحکومت سیالکوٹ مقرر ہوا۔
(۲) وچون سلطان محمود غزنوی فتح ہند نمود، ملک ایاز بآبادی آن کوشیدہ، و شہرے بتجدید و قلعہ پختہ تعمیر ساخت''
ترجمہ: اور جب سلطان محمود غزنوی نے ہند (ہنڈ) فتح کیا۔ ملک آیاز اس کی تعمیر میں لگ گیا۔ شہر کی تعمیر نو کروادی اور پختہ قلعہ بنوایا۔

ہنڈ

حدیقۃ الاقالیم ہمارے سامنے نہیں ہے اور نہ ہمیں مرتضی حسین کا عہد معلوم ہے، بے شک سیالکوٹ پرانا شہر ہے اور اس کا قدیم نام ''سکالا'' بیان ہوا ہے، یہ وضاحت نہیں ہوئی کہ کونسا شہر زوال پذیر ہوا؟ البتہ شیر شاہ سوری کے زمانے میں ایسا ہوا تھا۔ جو ۱۵۴۰ء کے بعد کا واقعہ ہے۔ دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی نے ہند (ویہند) فتح کیا۔ ملک آیاز کو اس کی آبادی پر مامور کر دیا۔ ملک ایاز نے شہر کی تجدید کے ساتھ قلعہ پختہ بھی تعمیر کروا دیا۔

اگر ہند سے مراد ہندوستان کی فتح ہوئی۔ تو پھر ''ملک ایاز بآبادی آن کو شیدہ اور شہرے بتجدید و قلعہ پختہ تعمیر ساخت''، کا کیا مطلب بنتا ہے؟ ہند کی آبادی لغویات ہے جبکہ جملہ متصل میں تجدید شہر اور تعمیر قلعہ کا بیان ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بیان ویہند جسے ہنڈ کہتے ہیں اور فارسی میں ہنڈ کا املا 'ہند' ہے۔ شہر کی تجدید سے مراد لاہور (صوابی) کی تعمیر نو ہے۔ جبکہ پختگی قلعہ لاہور کی بھی ہو سکتی ہے اور ویہند (ہنڈ) کی بھی۔

ایک اور حوالہ *تاریخ افغانستان* کا پڑھیے

''سلطان محمود در ۳۹۹ھ در ویہند انندپال را شکست داد، و پسرش ترلوچن پال بجائش نشت''[۱۰]

میر سید بخاری چونکہ لاہور (صوابی) کے رہنے والے تھے ان کے بچپن ۱۹۵۰ء میں لاہور کے سات مقامات پر قلعوں اور کھنڈرات کے باقیات تھے۔ جن میں پختہ باولیاں تھیں چوڑی چکلی بنیادیں ٹیلے اور خشت و سنگ کے ڈھیر تھے۔

۱۳۹۷ء میں کشمیر کے شاہ سکندر نے لاہور (ویہند) کے والی فیروز کو شکست دے کر، اس کی بیٹی میرا سے شادی کی۔ اس تاریخی واقعہ کے بعد لاہور (ویہند) گمنامی کی تاریکیوں

میں ڈوب گیا۔ بہت سارے جدید مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس جغرافیائی تشریح کو لاہور (پنجاب) کے ساتھ گڈ مڈ کیا۔ اس وجہ سے تاریخی اور سیاسی اعتبار سے اس کی اہمیت تاریکی میں چلی گیا۔ یہاں تک کہ برصغیر کے مورخین اس تاریخی مقام کے بدلے، لاہور (راوی) کا ذکر کرتے رہے۔ چند ایک مورخین نے اس پایہ تخت کی نشاندہی کی ہے، لیکن نوجوان نسل نہ کتابیں پڑھتی ہے اور نہ اسے اپنی تاریخ سے لگاؤ ہے۔ نہ محکمہ آثار قدیمہ کے پاس حفاظت نگہداشت کا بجٹ ہے اور نہ انتظام۔ اس قوم کا خداحافظ ہے۔

اس مضمون میں جس اہم نکتے کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں وہ یہی تاریخی حقیقت ہے کہ لاہور، برصغیر کی سیاست میں ایک اہم شہر تھا۔ جس نے موجودہ پاکستان کے علاقوں میں ہندومت کے زوال اور اسلام کیعروج میں بڑا کردار ادا کیا تھا۔

اب تک جن نکات پر بحث ہوئی ہے، ان کا ماحصل یہ ہے:

۱- ویہند کا اصل نام اودھے بنؔد پور تھا۔

۲- ویہند آریاؤں کی آمد کے ساتھ اہم گزر گاہ بن گیا۔

۳- اسی مقام سے ٹیکسلا کا فاصلہ تین دن کا تھا۔

۴- اودھے بندپور کے مختلف نام یہ تھے۔

دیہند، ویہند، ہند، اودھے نگر، اوہند۔ اُت کھانڈ، اف کھانڈ، درہ ہند (تاریخ پشاور کے مطابق)، اند، اونہند، بنہندہ، بردہ بند (تاریخ کشمیر) پشتون اسے اِنڈ کہتےہیں۔

۵- سکندر اعظم نے اسی مقام سے دریا عبور کیا تھا۔

۶- محمود غزنوی نے انند پال کو ۱۰۰۸ء میں یہاں شکست سے دوچار کیا تھا۔

۷- ملک آیاز نے اس شہر کی تجدید وتعمیر نو کروائی۔

۸- پہلے پہل ترک شاہیوں نے لاہور (ویہند) کو دارالخلافہ بنایا۔

۹- ہندو شاہیہ نے بھی اسے صدر مقام برقرار رکھا۔

۱۰- ویؔدا رانی، بھیؔم پال کی نواسی لوہاؔرو خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ جس کی شادی کھشیما گپتا راجا کشمیر سے ہوئی تھی۔

۱۱- لاہور (صوابی) کا پرانا نام سلا تورا، (تیز دریا، تیز پانی) تھا۔

۱۲- پانینی ۴۰۰ ق م میں اسی مقام پر پیدا ہوئے، جس کی کتاب اشٹیائے کون، سنسکرت کا گرامر ہے۔

۱۳- کھشیما گپتا کے بعد، کشمیر میں دیدا رانی نے خاندان لوہارو کی نیو رکھ دی۔

۱۴- لاہور، لوہ کوٹ کا مطلب لوہے کا قلعہ ہے۔ لاہور، لوہے کے کاروبار کا مرکز۔

۱۵- ہندو شاہیہ کے انتشار کے بعد، لاہور (پنجاب) نمایاں ہونے لگا۔

۱۶- البیرونی کے زمانے میں لاہور پنجاب کے ایک علاقے کا نام تھا۔ جس کا صدر مقام مندا ہوکر یا مندھاکر تھا۔

۱۷- ٹیکسلا اور لاہور (صوابی) سے کلارچک (کالا پہاڑ) کی برفیلی چوٹیاں نظر آتی تھیں۔

۱۸- سلطان شہاب الدین کشمیر کے سلطان نے لاہور کو کشمیر کا حصہ سمجھ کر فتح کیا تھا۔

۱۹- خاندان لوہارو نے کشمیر میں لوہ کوٹ، لوہ گڑھ اور لوہارین کے ناموں سے بستیاں بسائیں۔

۲۰- ریاست لوہارو، ہندوستان میں خاندان لوہارو کی یادگار تھی۔

۲۱- اسکندر، سلطان کشمیر نے ۱۳۹۷ء میں دوبارہ لاہور کو فتح کیا۔ اور شہزادی میرا سے شادی رچائی بقول اقبال

ضبط کن تاریخ را پاینده شو - از نفس ہائے رمیدہ زندہ شو

حوالہ جات

۱- دانی احمد حسن، History of Pakistan، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۳۴۱۔

۲- پلاٹس، جوہن، ٹی، Dict of Classical Hindi، لاہو، سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۴ء، ص ۶۶۸۔

۳- کامل دوست محمد و قلندر مومند، کلیات رحمان بابا، پشاور، کوہاٹ روڈ، ۱۹۸۴ء، ص ۹۷۔

۴- کیرو، سر اولف، The Pathans، کراچی، اکسفرڈ یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص ۹۷۔

۵- دانی احمد حسن، History of Pakistan، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۳۴۱۔

۶- کیرو اولف، The Pathans، کراچی، اکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ص ۱۰۶۔

۷- ایضاً، ص ۱۱۰۔

۸- موجمدر، آر-سی، Advanced History of India، جلد اول، لاہور، عزیز پبلشرز، ص ۱۶۳۔

۹- صوفی Kashmir GMD، لاہور، یونیورسٹی آف پنجاب، ۱۹۴۹ء، ص ۵۸۔

Modern Loharain is a vally in Punch, Queen Didda was a grand daughter of King Bhema of udhabauda Didda, mother was daughter king Bhima.

۱۰- عبدالغنی خواجہ، شاردا: تاریخ کے ارتقائی مراحل: میرپور آزاد کشمیر، ویری ناگ پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص ۱۲۰۔

۱۱- دانی احمد حسن، History of Pakistan، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ص ۳۴۰-۳۴۳۔

۱۲- صوفی Kashmir Eng: G.D.M.، یونیورسٹی آف پنجاب لاہور، ۹۴۹، ص ص ۱۴۰ -۱۴۳۔

نوٹ: ۱۹۸۷ء میں میر سید بخاری نے ''لاہور تاریخ کے آئینے میں'' لکھی۔ جس میں انہوں نے لاہور (صوابی) کی تفصیلات لکھی ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسرائیلی نظریے کے تحت انہوں نے لاہور کو ۳۷۵۰ ق م کا شہر بتایا ہے اور اس کے ڈانڈے سمیری تہذیب سے ملائے ہیں۔ حالانکہ تاریخ شواہد اس ادعا کے خلاف جاتے ہیں لاہور اور ہنڈ پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لیے

۱- سخاؤ، ڈاکٹر ایڈورڈ، سی Alberuni's India، یونیورسٹی آف لاہور، ۱۹۶۲ء، The Laahur of Punjab must not be mixed with Lahor situation unknow، جلد دوم، ص ۴۷۰۔

۲- لطیف، سید محمد، Lahore its Story & Remains، لاہور، سندھ پرنٹرز، ۱۹۸۱ء، ص ۸۴۔

۳- ایضا، ص ۳۔

۴- ایضاً۔

۵- مارشل، سر جان A Guide to Taxila، لندن، کیمبرج یونیورسٹی، ۱۹۶۰ء، ص ۳۹۔

۶- ایضاً، ص ۲۔

۷- لطیف، سید محمد، Lahoreits Story & Remains، لاہور، سندھ پرنٹرز، ۱۹۸۱ء، ص ۳۵۳۔

۸- موجمدار، آر، سی۔ An Advanced History of India، جلد اول، لاہور، عزیز پبلیشرز، اردو بازار، ص ۱۸۳۔

۹- سالک عبدالمجید، مسلم ثقافت ہندوستان میں، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ ۱۹۸۲ء،